جمائما خان

میں برطانوی ہونے پر شرمندہ ہوں

نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ پاکستان کے اعتدال پسند حلقے بھی سیخ پا نظر آتے ہیں۔نوجوان ہوں یا بزرگ' بنیاد پرست ہوں یا سیکولر' امیر ہوں یا غریب' امریکہ سے نفرت اور برطانیہ سے حقارت نے سبھی کو یکجا کر دیا ہے۔ پاکستان نسلی اور فرقہ ورانہ تقسیم کے حوالے سے خاصا مشہور ہے اور ایسے ملک میں اس نوعیت کا بے مثال اتفاق رائے ایک عظیم کامیابی ہے۔متحدہ مجلس عمل کے رہنما قاضی حسین احمد نے فخر وانبساط کے ساتھ یہ اعلان کیا کہ مغرب کے حامی لبرل حلقے اپنا یقین کھو چکے ہیں اور اسلامی تحریکیں سینہ تان کر کھڑی ہیں۔اس نوآموز اتحاد میں مغرب کی حامی اشرافیہ اور متوسط طبقے کے لبرل حلقے اور مولوی صاحبان بھی شامل ہیں اور اسے تقویت بخشنے والے عنصر کو یہ خوف ہے کہ امریکہ کا اگلا ہدف پاکستان ہوسکتا ہے۔ہمیں شاید روزانہ بش اور بلیئر کے پتلے نذر آتش ہوتے دکھائی نہ دے رہے ہوں اگرچہ کسی حد تک ایسا بھی ہو رہا ہے لیکن بہت سے لوگ جن کے مغرب کے ساتھ کوئی تعلقات ہیں ان روابط میں سخت مزاجی پیدا کرنے پر غور کر رہے ہیں۔تارک وطن پاکستانی غصے اور خوف کے عالم میں گھروں کو لوٹ رہے ہیں اور مندے کے باوجود پراپرٹی کی قیمتیں بڑھتی جارہی ہیں۔امریکی اور برطانوی مصنوعات کا بائیکاٹ شدت پکڑ رہا ہے۔پوری مسلم دنیا میں بھی یہی کچھ ہو رہا ہے۔مسلم امہ جو پہلے ٹکڑوں میں بٹی ہوئی تھی بالآخر ایک مشترکہ دشمن کے خلاف متحد ہو رہی ہے' جس پر بنیاد پرست پھولے نہیں سماتے اور ان کے مغرب حامی رہنماؤں کے پاس امریکہ کی محتاجی کے باوجود جنگ مخالف لہر میں شامل ہونے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں رہا۔

بش اور بلیئر پہلے ہی یہ ثابت کر چکے ہیں کہ انہیں عالمی رائے عامہ کی کچھ پروا نہیں۔لیکن تب کیا ہوگا جب مسلم ممالک میں امریکہ اور برطانیہ کے بارے میں خفگی کے جذبات مغرب مخالف بنیاد پرست جماعتوں کے حق میں ووٹوں کی صورت میں سامنے آئیں گے؟ بش اور بلیئر بھلے آزادی اور جمہوریت کے نام پر بدنیتی کا مظاہرہ کرتے ہیں لیکن انہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ مشرق وسطیٰ اور بالعموم مسلم دنیا میں جمہوریت لانے کے اثرات وہ نہیں ہوں گے جس کی وہ امیدیں لگائے بیٹھے ہیں۔اور یہ ان کے اپنے مفادات کے خلاف ہوگی۔یہ بات خارج از امکان ہے کہ کوئی بھی جمہوری مسلم ملک آج کے اس دور میں مغرب حامی حکومت منتخب کرے گا۔پاکستان اس کی عمدہ مثال ہے۔افغانستان پر امریکی بمباری میں حکومت کے تعاون (اڈوں اور خفیہ معلومات کی فراہمی) پر عوامی غصہ اکتوبر ۲۰۰۲ء کے انتخابات میں مذہبی جماعتوں کی بے مثال فتح کا سبب بن گیا۔گزشتہ تیس سال میں وہ کبھی دس سے زائد نشستیں نہ جیت سکے تھے اور اب اسلامی جماعتوں کا اتحاد ۷۰ نشستوں کے ساتھ پارلیمنٹ کی دوسری بڑی جماعت ہے اور چار میں سے دو صوبوں میں اس کی حکومتیں قائم ہیں اور بغداد پر گرنے والے ہر بم کے ساتھ ان کی مقبولیت اور قوت میں اضافہ ہوا ہے۔

برطانیہ اور پاکستان کی دوہری شہرت کے باعث میرے لئے یہ بات ہضم کرنا انتہائی مشکل ہو رہا ہے کہ دنیا کی نظر میں

برطانیہ کی معتبر حیثیت ختم ہورہی ہے۔آخر کیا وجہ ہے کہ بلیئر اس نا قابل دفاع جنگ کے جواز کے طور پر امریکہ کی طرف سے استعمال کی جانے والی غلط بیانیوں' گمراہ کن خبروں اور مسترد شدہ شواہد سے نہ صرف اغماض برت رہے ہیں۔ بلکہ ان کا پرچار بھی کررہے ہیں۔آخر کیوں بلیئر' بش کے اس پُر فریب دعویٰ کو تقویت بخش رہے ہیں کہ عراق القاعدہ کے کارندوں سمیت دہشت گردوں کی مدد کرتا رہا ہے۔ان کی تربیت کرتا رہا ہے اور انہیں پناہ دیتا رہا ہے۔حالانکہ کسی قسم کے روابط کے بارے میں کوئی ثبوت بھی سامنے نہیں آیا اور نہ ہی کوئی عراقی' امریکہ کے خلاف دہشت گردی کی کارروائیوں میں ملوث پایا گیا ہے؟ آخر کیوں ''دنیا کو ایک محفوظ تر مقام'' میں بدلنے کا بہانہ بنایا جارہا ہے حالانکہ ہم سب جانتے ہیں کہ ایک غیر منصفانہ جنگ ایک ایسی نفرت کو ہوا دے گی کہ ہر طرف القاعدہ میں بھرتی کے لیے قطاریں لگی نظر آئیں گی؟ کیوں اس جھوٹ پر اصرار کیا جارہا ہے کہ صدام حسین ایک فوجی خطرے کی نمائندگی کرتا ہے؟ کیوں انہیں اچانک عراقی عوام کی فکر پیدا ہوگئی ہے جبکہ لاکھوں معصوم عراقیوں کی اموات کی ذمہ دار پابندیوں کے خلاف سالوں سے احتجاج کا سلسلہ جاری ہے؟ ان عراقی بچوں کی فکر کیوں نہیں کی جاتی جو برطانیہ اور امریکہ والوں کی طرف سے یورینیم میں لپٹے شیلوں کے استعمال سے ہونے والے ان دیکھے سرطان کے ہاتھوں مررہے ہیں؟ اس حقیقت پر کیوں خاموشی اختیار کرلی گئی ہے کہ عراق کے پاس جو تباہ کن ہتھیار موجود ہیں وہ سب سے پہلے فرانس کے ساتھ ساتھ امریکہ اور برطانیہ نے ہی فراہم کئے تھے؟ کیا انسانی حقوق کے حوالے سے خراب ریکارڈ رکھنے والی کسی آمریت کو کبھی یوں بھی ملعون ومطعون ٹھہرایا گیا ہے' جو حشر عراق کے ساتھ کیا جارہا ہے؟ قصہ مختصر آخر یہ دہرے معیار' اخلاقی منافقت اور سیاسی مصلحت کوشی کیوں؟ کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ کوئی اس کا نوٹس نہیں لیتا یا انہیں اس کی کوئی پروا نہیں؟

یہ کچھ عجیب نہیں کہ دنیا بھر کے مسلمان ایک طرف ان سوالوں پر غور وفکر میں مصروف ہیں ادھر اپاہج عراقی خواتین اور بچوں کی تصویریں دکھائی جارہی ہیں اور دوسری جانب تعمیر نو کے پرکشش ٹھیکے امریکی کمپنیوں کو نوازے جارہے ہیں اور ان کا ردّعمل' بڑھتے ہوئے غصے' بداعتمادی اور اضطراب کی صورت میں ظاہر ہورہا ہے۔میرا اپنا غصہ اور شرمندگی محض یہ بات جان کر اعتدال کی جانب مائل ہوتا ہے کہ میری طرح لاکھوں ایسے موجود ہیں جو محض اس لیے عراق کے خلاف جنگ کی مخالفت نہیں کررہے کہ وہ مسلمان ہیں یا امن پسند ہیں یا اس طرح انہیں سکون ملتا ہے یا وہ مغرب مخالف ہیں یا امریکہ مخالف ہیں یا بائیں بازو سے تعلق رکھتے ہیں بلکہ اس لیے کہ وہ جنگ کے حق میں پیش کئے جانے والے دلائل پر قطعاً یقین کرنے کو تیار نہیں۔اب جبکہ امریکہ اور برطانیہ کی معتبر حیثیت ڈانواں ڈول ہے تو مسلم دنیا میں کسی کو بھی اس بات کا یقین نہیں آتا کہ یہ سب کچھ واقعی ''دنیا کو ایک محفوظ تر مقام بنانے کے لیے ہے، یا القاعدہ سے متعلق ہے، یا دہشت گردی کے خلاف جنگ ہے، یا صدام حسین اور اس کے تباہ کن ہتھیاروں سے متعلق ہے، یا اقوام متحدہ کی قراردادوں کی خلاف ورزی سے متعلق ہے، یا کسی نہ کسی طور اس کا مقصد عراقی عوام کو نجات دلانا ہے۔بلکہ اکثریت یہ پوچھ رہی ہے کہ وہ کون سا ملک ہے جس کی حکومت واقعی تبدیل کرنا ضروری ہے اور عظیم مدبر نیلسن منڈیلا کے لفظوں میں جو ''عالمی امن کے لیے عظیم ترین خطرہ ہے۔''

(مطبوعہ انگریزی ''دی انڈی پنڈنٹ'' ترجمہ: شاہد سجاد۔''اوصاف'' ۹/اپریل ۲۰۰۳ء)